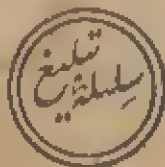


بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 کھد ہوا می دہا ہوں بے ستم و عزیز قرآن

رزقِ حلال

مؤلف

علامہ سید محمد اجماعی



ناشر: الحاج شیخ انیس بخش سسٹی حاجی گلاب الدین سسٹی لاہور

نظرِ اولین

فی زمانہ اس امر کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو دین اسلام کی اصولی و بنیادی باتوں سے روشناس کرایا جائے تاکہ ہم سب اسلام کے راستہ چل کر دین و دنیا کی بھلائی حاصل کر سکیں تبلیغی کتابچہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ آپ سے انتہا س ہے کہ آپ اسے خود پڑھیں اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو سنائیں۔ ہم انشا اللہ العزیز اس قسم کے تبلیغی کتابچے ہر ماہ شائع کیا کریں گے۔ اس کے متعلق اپنی رائے سے بھی مطلع فرمائیں۔ دینی مسائل کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے انجمن حزب الاحناف لاہور بیرون بھائی دروازہ سے بذریعہ جوان خط اور ذریعہ ٹیلیفون نمبر 5956 رجوع کیجئے۔

خیر اندیش: امیر بخش

بیرد نجات کے احباب! پیسہ کا ٹکٹ بھیج کر انجمن حزب الاحناف لاہور بیرون بھائی دروازہ سے مفت طلب کریں

رزقِ حلال

رزق کے متعلق سب سے پہلا اسلام لے اپنے پیروں کو خوب اچھی طرح یقین دہا دیتے کہ دنیا اور اس کی تمام اشیاء مالک ایک اللہ ہے۔ یہ ہاں دولت حقیقت میں مبرا تر کسی کا نہیں صرف خدا کا ہے۔ رزق کی کشائش اور تمکین دونوں کام خدا کے ہیں اور حکمت سے ہیں دولت مند انسان یہ سمجھتا ہے کہ مجھ پر کوئی ایسی بات ہے یا مجھے ایسا مہر یا نفع عطا ہوا ہے جس سے یہ ساری دولت میرے چاروں طرف سے چلی آ رہی ہے لیکن مذہبی تعلیم کے علاوہ دنیا کے واقعات پر گہری نظر اس یقین کو مٹانے کے لیے کافی ہے۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔ (سورہ ۱۰)

اور زمین میں کوئی چنے والا نہیں، مگر یہ کہ اس کی رزق خدا کے ذمہ ہے۔ اسی کے ہاتھ میں ہیں آسمانوں اور زمین کی کھجیا وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق بھیلا دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تاپ دیتا ہے۔ وہ ہر کچھ چیز کی خبر رکھتا ہے

لِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ (سورہ ۱۰)

قرآن مجید نے ان یقینات کو بار بار بیان کر کے مسلمانوں کے دل پر ثبت ہیں اسی لیے رچایا ہے تاکہ ان میں فیاضی، مال سے انبساط، شکر، قناعت پسندی اور بے طمعی کے جوہر پیدا ہو جائیں۔

حصولِ رزق کی کوشش کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے | روزی کہنا اور اصل انسانی زندگی کی ضروریات سے ہے اور

شرعاً و عقلاً ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنی زندگی کی ضروریات کی تکمیل اور اصلاح کے لیے حصولِ رزق کی کوشش کرے خواہ وہ تجارت و زراعت کی تشکل میں ہو یا ملازمت و نوکری کی صورت میں۔ کتاب مجید میں فرمایا:

خَلَقْنَاكُمْ مِمَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

اور سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

يَسْعَوْْنَ فَتَسْلُوْا مِنْ دَرِيْعَتِمْ دِرْهَمًا

فَاَنْتُمْ فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ (جمعہ)

قرآن پاک کے محاورہ میں خدا کا فضل تلاش کرنے سے نفوس و تجارت اور روزی کا لگانا ہوتا ہے معلوم ہوا کہ حصولِ رزق کی تلاش کرنا رزاق کائنات کا فضل ہے اور یہ زمین اس کے لیے بمنزلہ میدان کے ہے اور اس میدان کی تمام اشیاء و انسان کے نفع کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ ایسے قواعد و ضوابط مقرر کر دیے جائیں جن کے ماتحت فضلِ الہی کی تلاش کی جائے۔ کیونکہ رزق اور اس کے حصول کے لیے اگر کوئی قاعدہ اور ضابطہ نہ ہو اور اسے بے قید و حدود چھوڑ دیا جائے تو ظاہر ہے کہ اس طرح عدل اور ظلم، امانت اور خیانت، پاک اور ناپاک، جائز اور ناجائز کی تباہی مچ جائے گی اور یہ بات نظامِ انسانی کی تباہی و بربادی کا باعث ہوگی۔

چنانچہ اسلام سے قبل دنیا کی کچھ ایسی ہی حالت تھی جس کے نتیجے میں جو اتنا اندھ جیسے آٹا کا تانہ تھا حتیٰ کہ ظلم و جور سے کئی بھولی دولت پر فخر کیا جاتا تھا۔ اسلام آیا تو اس نے حصولِ رزق کے حدود مقرر کئے۔ جائز و ناجائز کی تفریق پیدا کی۔ حلال و حرام کا ضابطہ مقرر کیا۔ پاک روزی و دھونڈنے اور اسی سے ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں فرمایا:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اكْزَبُوا عَنْ طَبْعَاتِ مِمَّا دَرَسْتُمْ وَأَشْكُوا بِاللَّهِ

إِنْ كُنْتُمْ رَايَا تَعْبُدُونَ - (بقرہ - ۲۱)

اس آیت میں آیاتِ تعبد و ن کے جملہ سے رزقِ حلال کی اہمیت کی ہر مہم کی ہے۔ گویا یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کا اپنے رب کے ساتھ بندگی اور نیاز مندی کا تعلق ہے اور اس تعلق کا اہم تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے بندے رزقِ حلال کی کوشش کریں اور ذرائع آمدنی کی صحت و پاکیزگی کو خیال رکھیں کیونکہ رزق کے سلسلہ میں پاکی و صحت سے نہایت نظر کر لینا اصولِ بندگی کے بھی خلاصہ ہے۔

رزقِ حلال کی اہمیت کا ایک پہلو | آج کل کے بہت سے اچھے خاصے نیکو و صالحہ لوگوں میں بھی معاملات یعنی خرید و فروخت، امانت، قرض و نوکری

اور مزدوری کی اصلاح کا اتنا اہتمام نہیں جتنا کہ ہونا چاہیے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت لوگ جن کی حالت نماز روزہ وغیرہ عبادات کے لحاظ سے کچھ غنیمت بھی ہے، مگر بارانِ کبھی پاک نہیں ہیں۔ حالانکہ کاروبار کی پاکیزگی اور معاملات کی صحت کے شعبہ کی اہمیت کا یہ عالم ہے اس کا تعلق بیکے وقت اللہ کے حق سے بھی ہے اور بندوں کے حقوق سے بھی۔ نماز روزہ وغیرہ عبادات اگر چہ اہم ہیں مگر ان میں امانت و خیانت سے ایمان کے بعد انہیں کا درجہ ہے مگر

کوئی شخص ان میں کوئی نامی کرنا ہے تو صرف خدا کا مجرم ہونا ہے۔ پھر اگر سچے دل سے توبہ و استغفار کی جائے تو بارگاہِ خداوندی سے اس مجرم کی معافی ہر کی امید ہے۔ لیکن اگر مین میں جیہ واقع ہو جائے اور حصولِ رزق کے لیے ناجائز ذرائع کو اختیار کر لیا جائے تو اس طرح اللہ تعالیٰ کی توفیق بھی ہوگی اور کس نہ کسی بندے کی حق تلفی بھی، اور یہ بات قابلِ غور قرار پائے گی۔

رہا بیخیال جیسے اللہ تعالیٰ کے کرم سے معافی کی امید ہی ہے۔ دنیا سے کس جس بندہ کی حق تلفی ہوئی ہے اس سے بھی معافی حاصل کر لی جائیگی، تو اگرچہ اس کا امکان ضرور ہے مگر کہہ سکتا ہے جو بندے ہم جیسے کم حوصلہ میں وہ دنیا سے کس کی ضروری معاف کر دیں گے۔ پھر اگر وہ معاف نہ کریں تو؟

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب وہ لوگ عہدِ نبوی میں مقامِ حساب پہنچیں گے جن کی دنیا میں حق تلفی کی گئی ہے جن کے حقوق مارے گئے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے انصاف کے طالب ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ انصاف اور جلیل فرمائے گا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ نماز روزہ صدقہ و خیرات کی قسم کی ان لوگوں کی ساری نیکیاں ان کے دیوں کو واپس لے جائیں گی اور جب ان نیکیوں سے بھی ان لوگوں کے حقوق پورے نہ ہوں گے تو ان عیبوں کے کچھ گناہ ان لوگوں پر لا دیے جائیں گے اور بالآخر یہ لوگ جہنم میں ڈلوا دیے جائیں گے۔

خالد بن اسی جیسیست سے ایک حدیث میں معاملات کی اصلاح کو صراحتاً نماز روزہ اور صدقہ و خیرات سے افضل بتایا گیا ہے۔ یہ حدیث ترمذی و ابوداؤد میں حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا:-

أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلِ مِنْ دَرَجَةِ الْفِيْءِ؟
 جہنم کو وہ چیز بتاؤں جو روزہ، صدقہ اور نماز سے بھی افضل ہے۔

حاضرین نے عرض کی یا رسول اللہ! وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:-

إِعْلَانُ ذَاتِ الْكِبَرِ وَفَسَادُ ذَاتِ الْكِبَرِ
 وہ چھوٹے بزرگوں کے معاملات کی اصلاح اور ان معاملات کی خرابی و فساد دینے والی امر ہے۔

بال مؤذن نے والا! سزا نہیں بلکہ ثواب آخرت کا صفایا کر دینے والا! سزا رزقِ حلال کی اہمیت کا ایک اور پہلو یہ خاص امتیاز بھی حاصل ہے۔ اس میں اپنی آرزو منفعت و مصلحت اور اپنی خواہش نفس کی اور اللہ عزوجل کے احکام کی کشمکش نسبت درست تمام شعبوں سے زیادہ رہتی ہے۔ نفس کی خواہش عموماً یہ ہی ہوتی ہے کہ جھوٹ سچ اور جائز ناجائز کا لحاظ کیے بغیر جیسا موقع ہو اور جس طرح بھی نفس کی زیادہ امید ہو کر گزار جائے۔

یہ بات ضرور دل میں ملاوٹ، اور عموماً فریب حتیٰ کہ بچوں کے استعمال کی معمولی والی گڑباج تک کی باتوں پر چلی بسیل لگا کر فروخت کرنا یہ سب خواہش نفس ہی کے محرکات ہیں اور اللہ کا یہ یہ کہنا ہے کہ نفع کم ہو یا زیادہ تجارت میں فائدہ یا نقصان، محبوب، فریب اور عموماً کے ذریعہ حصولِ رزق حرام و حلال ہے۔ لہذا جگہ کی بندگی اور فریب واری کا سب سے زیادہ سخت امتحان معاملات و معاشرت کے احکام میں ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے فرمایا:-

وَمَنْ يُؤْتِ شَيْئًا فَنَفْسِهِ فَذَلِكِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (حشد ۱)
 اور جو اپنے حق کی ناپ سے بچے گئے وہی لوگ نفع پائے دے ہیں۔ سورہ شمس میں فرمایا:-

تَذَكَّرْ مَنْ ذَلَّهَا وَفَدَّهَا بَيْنَ دَشَاهَا (شمس)
 مرد یا عورت جس نے اپنے نفس کو بیکار اور اسرارِ مجاہدہ میں اس کو مبرا اور گنہگار کیا

مطلب یہ کہ جس طرح کا جذبہ ہی ہے جو انسان کو برائی اختیار کرنے حتیٰ کہ ایک کو دوسرے کی جان
لے لینے تک پر آمیزنا ہے۔ ان آیات کی توضیح میں حضور علیہ السلام نے فرمایا:-

حرص و طمع سے بچو کہ اسی نے تم سے سپوں کو برباد کیا۔ اسی نے ان کو مادہ کی باتوں سے
خون بہایا اور حرام کو حلال سمجھا (مسلم)۔ انسان کی حدیث میں فرمایا:-

ایمان اور حرص ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے (نسائی)
سبب ظاہر ہے کہ ایمان کامل کا نتیجہ صبر و توکل اور ناعت ہے اور حرص کا نتیجہ بے ایمانی
بے مبری اور بوس ہے جو تمام برائیوں کا سرچشمہ ہے۔ ایک اور حدیث میں فرمایا:-

"انسان بوجھنا ہوتا ہے مگر اس کی دو چیزیں جون رہتی ہیں" جینے کی خواہش اور مال کی حرص
کئی صحابہ کا بیان ہے کہ آپ نے فرمایا:-

تھوڑے چمکریوں کے کوڑ میں جھومر دیے جائیں وہ ان کو اتنا برباد نہیں کرنے جتنی کہ
مال و جاہ کی حرص انسان کے دین و ایمان کو برباد کرتی ہے (ترمذی)

غرضیکہ دینی و اخروی فلاح دونوں انہیں کا حصہ ہے جو اپنی خواہش نفس پر قابو رکھتے ہیں اور
نفس کی طری سے بری تحریک انہیں جاہ و حتیٰ سے محروم نہیں کرتی ہے۔ لہذا جب کہ انسان
اپنی حرص و طمع کو روک کر حصول رزق کے جائز طریقے اختیار نہیں کرے گا وہ کامیابی حاصل
نہیں کر سکتا۔ خواہ یہ کامیابی دین کی جو یا دنیا کی۔

اسلام نے حصول رزق سے متعلق عدل و
حصول رزق کا ایک مرکزی اصول
انصاف پر مبنی جو اصول مقرر کیا ہے وہ
ایک ایسی مرکزی حیثیت کہ جس کو پیش نظر رکھ کر ہم فیصلہ کر سکتے ہیں کہ حصول رزق کے وہ طریق
ہیں سے کونسا ذریعہ حلال اور جائز ہے اور کونسا حرام اور ناجائز ہے۔ سورہ نساء میں فرمایا:-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ
بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ۚ وَاَلَا اَتٰكُمْ تَحٰوِرًا
عَنْ شَرِّكُمْ (۵)

اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال
نا جائز طریق سے نہ کھاؤ۔ لیکن یہاں یہیں
ہوا پس کی حرص ہے۔

یہ آیت میں دین کے متعلق ایک اصولی حیثیت رکھتی ہے اور اس نے یقین دہان کرنے کی طرف
کو چراہتا ہے کہ خلاف میں اور جن کی کوئی حد نہیں ہے ایک غلط باطل سے بیان کر دیا یعنی کسی کی
چیز خواہ دھوکہ و فریب اور جوہر سے لے جائے یا چوری اور غصب و رشوت اور جانت اور روئے رعبہ
حاصل کی جائے غرضیکہ جس ناجائز طریقہ سے بھی دوسرے کا مال لیا جائے، اس آیت کے علم و
اطلاق کے اندر داخل ہے۔

پھر اس سلسلہ میں اسلام کی تعلیم کا یہ عالم ہے کہ اس نے ان نازک سے نازک جائز
معاصلہ و درمیانوں کی بھی چلبلیں عام طور پر باطل نہیں سمجھا جاتا یا انہیں ہیبت ہی کہم درجہ کا جرم
خیالی کیا جاتا ہے نشان دہی کی ہے اور ان کی دینی و دنیوی برائیوں کی تشہیر کر کے ان کی ہیبت
کو فنا کر کیا ہے اور اپنے پیروں کو ان سے بچنے کی تاکید کی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے
معاصلہ کا استنباز ہی آخرت کی کامیابی کا مستحق ہے
جن لوگوں کیلئے اپنی مغفرت

اور عظیمہ کے عہدے کیے ہیں ان میں اسلام ایمان اور خدا کی فرمائنداری کے بعد پہلا درجہ سچوں
اور مہر کے معاملات میں راست بازوں ہی کا ہے۔ سورہ احزاب میں فرمایا ہے:-

وَالَّذِيْنَ يَتَّقِ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰتٰهُ اللّٰهُ
لَعَدَۃً خَيْرًا ۙ وَّ اٰتٰهُ عَظِيْمًا
مَغْفِرَتٍ اور بڑا اجر رکھا ہے (احزاب د)

آخرت میں بھی یہ سچائی کام آئیگی اور وہاں کی کامیابی کا ذریعہ بنے گی۔ قیامت کی نسبت فرمایا:-

فَضْلُ الْيَوْمِ يُفَعِّلُهُ الْغَدَّ قُلْنَ جِدُّكُمْ
 میں ہے جو بچے بندوں کا پر کام آئیگا وہ ادا ہوگا
 اس سچائی کے مطابق امت میں اللہ عز و جل نواب عطا فرمائے گا۔

لَبَّيْكَ يَا اللَّهُ الصَّدَقَاتُ لِيَصِدَّ قُلُوبُهُمْ
 تاکہ اللہ بچے نئے اندکان کی سچائی کا عین نظر آئے۔
 پھر یہ کیا نہیں کہ سچائی اختیار کر لیا جائے مگر کیا بندہ اس اہمیت اسلام میں اتنی بڑھا دی گی کہ ہمیشہ
 سچوں کا ساتھ دینا سچوں میں سے رابطہ و علاوہ رکھنے اور انہیں کی صحبت و محبت میں رہنے کی تاکید کرے۔
 اَنْفُو اللَّهِ وَكَوْنُوا صِدْقًا الصَّدِيقُ رَاقِبًا
 اے نبی! ان حضرات سے مراد وہ سچوں کے ساتھ ہو۔

سچائی کا مفہوم عام طور سے عرصت سچ بولنے کے سمجھے جاتے ہیں، مگر اسلام کی نظر میں اس
 دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس لحاظ سے اس کے اندر کیلئے قول ہی نہیں بلکہ عمل کی بھی سچائی آ
 آجاتی ہے۔ یعنی زبان کی سچائی و دل کی سچائی، عمل کی سچائی اور جامات کی درست و صحیحیت کے
 سببے ان تینوں کا ہونا ضروری ہے۔ دل کی سچائی ہوگی تو خواہش نفس پر قابو حاصل ہوگا، زبان
 کی سچائی ہوگی تو غصہ سے ایک حرف بھی صداقت کے خلاف نہیں نکلے گا اور عمل کی سچائی تو
 اور ناپ تول میں کمی بیشی وغیرہ بد عملیوں سے بچاتی ہے۔ پس اسلام کے نزدیک حلال رزق وہی
 ہے جس کی بنیاد صداقت اور دیانت پر ہو۔

رِزْقِ حَلَالٍ كِي نِيَا وَصَدَقَاتُ اَمَانَتِ
 ابوں بھی صداقت و دیانت کو معاملات میں
 مرکز حیثیت حاصل ہے اور اس کا مقصد

یہ ہے کہ انسان اپنے کاروبار میں ایمان نہ رہے۔ سورہ نساء میں فرمایا ہے۔
 اِنَّ اَمْنَةً يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَكُوْنُوْا اَلْاَمْنٰتِ
 بیشک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے امنوں کو ان کے
 امانی اٹھانا۔
 انہوں کے حوالے کر دیکھو۔

اگرچہ اس آیت کا نشان نزول خاص ہے لیکن معنی کے لحاظ سے امانت کے ہر جز پر اس کا اطلاق کیا جاسکتا ہے۔

ہوگا۔ اسی لیے صاحب تفسیر کشاف و ابن جریر نے تفسیر کی کام کی وسعت میں وہ امانت الہی
 بھی داخل ہے جسے عدل و انصاف سے موسوم کیا جاتا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ امانت کا
 دائرہ صرف رپے پیسے جائیداد اور مالی اشیاء تک محدود نہیں بلکہ مال، مال و مال اور اخلاق، امانت
 تک وسیع ہے۔ بسن کا بھید آپ کو معلوم ہے تو اس کو چھپانا بھی امانت ہے، کسی مجلس میں آپ
 ہوں اور وہاں آپ دوسروں کے مشتاق کچھ باتیں سن لیں تو ان کو اسی مجلس تک محدود رکھنا
 اور دوسروں تک پہنچا کر فتنہ دینا، مراء و ملک کے تقار کو نقصان پہنچانے کا باعث نہ بننا بھی
 امانت ہے، اگر کوئی شخص کسی کا ملازم ہے تو اس کو اس نوکری کی شرائط کے مطابق اپنی ذمہ داری
 کو محسوس کر کے انجام دینا بھی امانت ہے، اگر کوئی کسی کا نگہبانہ کا ملازم ہے اور وہ اس کی
 اجازت کے بغیر کچھ وقت چرائتا ہے یا بے موجب سستی کرتا یا دیر سے آتا یا وقت سے پہلے
 چلا جاتا ہے تو یہ بھی امانت کے خلاف ہے، یونہی ناپ تول میں کمی بیشی کرنا، خرید و فروخت
 کے وقت وسیع کے عیب کو چھپانا، جھوٹ اور فریب سے کام لینا یہ بھی امانت و دیانت کے خلاف
 ہیں۔

اور اشیاء خوردنی میں ملاوٹ کرنا
 اشیاء خوردنی میں ملاوٹ بدین قسم کا گناہ ہے

تو ایک بدترین قسم کی خیانت اور
 بے ایمانی ہے۔ کیونکہ اس سے صرف ایک شخص کی حق تلفی نہیں ہوتی بلکہ پورے معاشرہ کی
 حق تلفی ہوتی ہے۔ ایک جدید میں حضور و رسالت علیہ السلام ان لوگوں سے
 اپنی بیزاری اسبے تعلقی کا اعلان فرمایا ہے جو کاروبار میں بے ایمانی اور بیاداری کے اصول
 کی پابندی نہ کریں، ایک نے آپ علیہ السلام کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے آپ نے اپنا ہاتھ
 اس ڈھیر کے اندر داخل کر دیا تو اندر کچھ کمی و زنی محسوس ہوئی۔ آپ نے وہ گناہ سے
 دریافت فرمایا کہ یہ کیا تھو ہے اوپر سے ہتھار غلہ خشک ہے اور اندر سے گیلہ ہے۔ اس

نے عرض کی کہ جو بندہ بزرگوں کی صحبت میں سے غلہ نہ رو گیا تھا، اپنے فرمایا پھر تم نے اس بیگ سے غلہ کو دھیرے دھیرے اور بکریوں نہیں ڈالا کہ خریدار تمہارے غلہ کے جیسے پن کو دیکھ سکتا، اس کے بعد فرمایا۔

مَنْ شَرَّ فَلَيْشَ مَتَّي (مسلم)

جو کوئی دھڑا میں ایسا، دھوکا کرے وہ میرا نہیں

وہ مال اور دولت جو ناجائز طریقہ سے حاصل کیا جائے گا وہ برکت سے خالی ہوگا۔ دنیا میں تو یوں کہ ایسی دولت معاشرہ میں نواز دیں ختم کر دے گی اور آخرت میں یوں نہ کرے۔

لَا يَكُنْ مِثْلَ الْحَجَّاتِ لَعَنَهُ تَبَتَ مِنْ لَعْنَتِ

وہ جو جس کی لشو و غلام زنی سے ہوگی وہ جنت میں نہیں جائے گا اور جرم حرام سے پلہ ہوس کے لیے آگ

وَكُنْ لَحِيرٍ نَبَتَ مِنْ السَّحَابِ كَانَتْ لَأَدَّ

آؤلی پہ۔

غور کیجئے کہ اسلام میں رزق حلال کی کبھی کبھار کمی ہے اور معاملات میں سلام یہ ہے کہ نہ رزق حلال

کا طالب ہے، بالخصوص جو مال دولت ناجائز طریقہ سے حاصل کی جائے وہ برکت سے خالی ہوگا اور

اس کے بد اثرات اس دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ بیماری، پریشانی، ناگہانی آفتیں بے لگائی

اور نفاق، اولاد اسی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ غور کیجئے! جو دولت سکون قلبی انسان کو محروم

کر دے وہ کس کام کی؟ واضح ہے کہ آدمی کے بُرے عملوں کا نتیجہ اس دنیا میں بھی ظاہر ہوتا ہے

مگر ہم غفلت کی وجہ سے اس کو محسوس نہیں کرتے۔

رِشْوَت دینے والے اور لینے والے دونوں پر حضور نے لعنت فرمائی اسی طرح کسی

رِشْوَت دینا اور لینا بھی امانت و دیانت کے خلاف ہے۔ رِشْوَت کا مطلب یہ ہے کہ اپنی

جس غرض اور مادی مطالبہ کی تکمیل کے لیے کسی ذی اختیار یا کارپرداز شخص کو کچھ دے کر اپنے موافق

کرے۔ قرآن نے مداخلت باطلہ فاروق کے حصول کے لیے رِشْوَت دینے کو بہت بڑی جہاد کے جرم میں

ایک جرم شمار کیا ہے۔ وہ اپنے پیٹ کی خاطر اپنے علاوہ اس لیے رشوت دینے والے کو لعنت

صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اوصاف تو رات میں ہیں وہ عام لوگوں کو نہ بتائیں۔ قرآن مجید

میں ان لوگوں کے متعلق فرمایا ہے۔

أُولَئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ

یہ ہوتا ہے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔

اس کے بعد قرآن کے مسلمانوں کو ہدایت دینا کہ وہ بہروں کی اس خصلت کو نہ اپنائیں۔

سورہ بقرہ میں فرمایا ہے۔

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ إِلَى الْحُكْمِ لَنَا كَلِمَاتٌ فَرِيقًا

اسے ایسا نہ کرو کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز

طریقہ سے مت کھا کر اور دال کو کھا کر ایک دوسرے کو بچھاؤ

مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ۔

ناکروں کے مال کو کچھ دیکھ گنہ سے کھا جاؤ۔

یہ آیت اپنے ترجمہ کے ساتھ جس کو بعض مفسرین نے اختیار کیا ہے رشوت کی ممانعت و حرمت

میں صاف و صریح ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

”رِشْوَت لینے والے اور دینے والے دونوں پر لعنت ہے (ابو داؤد)

رِشْوَت دینے والے پر لعنت اس لیے ہے کہ وہ جرم کی اعانت کرتا ہے اور جرم کی اعانت بھی تو

قانون اخلاق کی رو سے جرم ہی ہے۔ اسلام نے رِشْوَت کا دوازدہ بند کرنے کے لیے اس

قدر احتیاط کا حکم دیا ہے کہ جج و محکمہ صیاحان ہدیہ تکھ بھی قبول نہ کریں کیونکہ اس طرح

جج و محکمہ کے دوازدہ لوگوں کے اعتماد میں فرق پیدا ہوگا۔ (موطا امام مالک، کتاب مساواة)

مگر آج حالت یہ ہے کہ اللہ کے بندے خوب خوب رِشْوَت لیتے بھی ہیں اور دیتے بھی

ہیں اور خدا سے ذرا نہیں ڈرتے اور پھر طاعت یہ ہے کہ حرام کی کٹی ہوئی دولت سے حسب

عظیم الشان محل بناتے ہیں تو اس کے سرورق پر پختہ نالی دھناتی اور بے شرمی کے ساتھ یہ بھی کہہ

یہ ہیں۔ ہذا مِنْ فَضْلِ رَبِّي اے یہی اذ کیلئے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔
لَا يَذُوقُ هَذَا الْجَسَدَ جَسَدٌ عَدِيٌّ
یا احقر ہر جسم مراد غذا اور نہ جائزہ مادی سے پلا ہوا
جسمند ہیں۔ جس کے عکس۔

ایک دوسری حدیث میں فرمایا :-

[illegible]

یہ بہت سادہ ذریعہ ہے اور اس کو استعمال کرنے کو انجام دے کر اہل تواضعین جو رب العالین سے اسکی بارگاہِ قدس میں ایسے شخص کی حاجت دہرائی کے ساتھ اُٹھ جاتے ہیں یا قیام باریاب نہیں ہوتے۔

ناب تول میں درستی و صحت کی اہمیت

خرید و فروخت کے سلسلہ میں ناب تول کی درستگی کی بھی دین میں بڑی اہمیت ہے اور قرآن مجید میں اس صحت و درستگی پر بڑا زور دیا گیا ہے اور ناب تول میں کمی بیشی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

وَأَذْفُوهُمُ الْعَبِيدَ وَالْيَتِيمَانَ
اور بچوں اور یتیموں کو پروردگار۔

وَلَا تَقْصُوا فِی الْبَیِّنَاتِ اِنَّ اُولَئِكَ
 اِنَّہیں بتلے کی باتوں میں تم کو سیدھے دیکھتا ہوں

مَعْبُودَہٗ اِنِّیْ اَخَاتٌ عَلَیْکُمْ عَنَّا اَبَدٌ یُّمَیْیَلُ
 اور تم پر ہمیشہ اپنے اہل بیت کے خدا کا ہر دین

ناپتلی کی بیٹی کی پیشی کے مرض میں خاص طور پر تاجرا اور جوہر پارسی مبتلا رہتے ہیں اور چاہتے تو ہیں کہ اس بے ایمانی سے کچھ اپنا سرمایہ اور نفع طرحا لیں گے مگر یہ آیت بتاتی ہے کہ یہ خیالی غلط ہے جو لوگ اس جُرم کے مرتکب ہوتے ہیں دنیا میں تو اس کا نتیجہ نیکلالتا ہے کہ ان کی سزا جہنمی رہتی ہے جو بے ایمان جوہر پارسی کی تباہی کا باعث بن جاتی ہے اور آخرت میں اس کی سزا جہنم ہے ہی۔ چنانچہ فرمایا ہے:-

خدا ہی ہے ان کے مرنے والوں کی چ
اور اُن سے جب ناپ کر کس تو پر الین اور جب سے کو ناپ
باقی کر دی تو گھسا دیں۔
اور سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا :-

وَأَوَّلُ الْكِبَرِ إِذَا كُنْتُمْ وَرَثَةً بِالْقَدَمِ
 اور جب تم پاپور تاپ پورا دو سیدھی نر نر سے قور
 الْمُسْتَقِيمُ ذَلِكَ خَيْرٌ لِّحَسَنِ تَأْوِيلِهِ
 قور بہتر ہے اور اس کا انعام چھاپے

دوبت کا اخیر کا کڑا نیتا ہے کہ بے ایمانی کی ناپ تول سے بڑھ کر بدست جاتی رہو گے اور اگر تشریع میں کتنا ہی
خاندان ہو کر خدائے بی بڑائی کا فرما دی گئی نہا ہی کا باعث بنتی ہے چاروں جرم کی سنگینی اس وقت تو بہت ہی
بڑھ جاتی ہے جبکہ یہ بددیانتی کسی غریب نہاد اور سے کی جانے اس ظالمانہ بڑاؤ سے اس کے دل سے
بہرے عا میں نہ نکلیں گی ؟ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : مظلوم کی بدعا سے بچتے رہتے

جب وہی قسم اللہ عزوجل مقدس نام کی پھر مٹی ہوتی ہے اپنی بات میں قنوتِ صداقت پیدا کر کے اس کو سونپنے کا حجازہ ہر شخص میں تو

ہے۔ بات اگر سچی ہو اور جہاں ہم انسان کے علم کا تعلق ہے، واقع کے خلاف ہمیں نہ مروت و قسب
خود متہ، اس بات میں مزید یقین صدقہ وقت پیدا کرے کیلئے اللہ عزوجل کے نام کی قسم یہ کہ جاسکتی ہے۔
اولیٰ تو بے ضرورت نفس نہ کہ، اس حدیث میں، پھر جیوں کی قسمیں کھا، اور جو ان اللہ عزوجل کے فضل

نام پر بیزار ہو کر بڑی بات ہے۔۔۔ جھوٹی قسم حاصل جھوٹ کی بذریعہ قسم ہے۔ کیونکہ اس میں جھوٹ بولنے والا اپنے سامنے خدا کے نام کو بھی شریک کر لیتا ہے۔ قرآن حکیم نے اسی لیے اس کو اہل نفاق کی حالت قرار دیا ہے :-

يُخْلِفُونَ عَلَى الْأَيْمَانِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ .
منا نقول کی حالت یہ ہے کہ وہ چنانچہ جھوٹ کر جھوٹی باتوں پر قسمیں کھاتے ہیں۔
(مجادلہ ۲)

اَتَّخَذَ مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً جُنُودَ سَمَاءٍ .
انہوں نے اپنی قسموں کو دھالی بنا رکھا ہے۔
عموماً ناجزا و مرد و گر جنہیں دین کی قیمت ادا کرنا کی اصل حقیقت بتانے میں جھوٹ کے ترکب سمیت ہیں اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اسلام نے اس سے بچنے کی ہدایت کی ہے۔ ایک قسم ایک معاملہ میں ایک شخص نے اسی طرح کی قسم کھانا چاہی تو آپؐ نے فرمایا :-

”اگر اس نے قسم کھائی تاکہ وہ ظلم سے الگ رہے تو خدا سے جب اسے کا تو خدا اس پر نظر رحمت نہ فرمائے گا“ (مسلم)۔ لہذا معاملات میں جھوٹی قسموں سے بچنا بھی ضروری ہے۔
ادنے گذارشات سے اس امر کی کافی وضاحت ہو جاتی ہے کہ معاملات میں اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے اور کن امور کی پابندی کو لازم قرار دیتا ہے۔

کتاب مذمت کمان ہدایات سے یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ عزوجل کی رضا و رحمت حاصل کرنے اور سچا مسلمان بننے اور دین و دنیا میں کامیاب و کامران ہونے کے لیے جیسے نافرزدہ کی پابندی ضروری ہے ایسے ہی معاملات کی درستی اور ذرائع آمدنی کی صحت و پاکیزگی نہایت ہی ضروری ہے۔۔۔ خدا ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے

— آمین —

دین محمدیؐ پر سیہ لاجھو